اسلامی بیت المال کا آغاز وارتقاء۔۔۔ایک تحقیقی جائزہ

شیر علی*

اسلام ایک دین فطرت ہے اس لیے اسلام کا معاشی نظام ریاست کے ہر فرد (مسلم وغیر مسلم) کی بنیادی ضروریات کو پورا کرتا ہے تا کہ ہر انسان آسانی کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکے دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کے لیے رہائش، خوراک، لباس، صحت اور تعلیم وغیرہ کا انتظام ہو اور کوئی فرد ان بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ (۱)

''اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے لی ہے۔''

اسلامی حکومت الٰہی احکام اور خلق کی رضا کی تکمیل کے لیے کوشاں ہوتی ہے اس لیے ہر جاندار کیلیے رزق مہیا کرنے کی پابند ہوتی ہے۔

جب ہم تاریخ انسانی میں ایک مثالی حکومت اور مثالی معاشرہ کی تلاش کرتے ہیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے عہد سے بہتر کوئی دور نظر نہیں آتا۔یہی وہ دور ہے جب اسلامی انقلاب کے ثمرات دنیا کے ہر کونے میں پہنچ گئے اور چشم انسانی نے یکا یک انفرادی واجتماعی زندگی کے ہر پہلو میں حیرت انگیز تبدیلی محسوس کی۔اور پھر ہر معاشرے نے اسے اپنانے کی کوشش کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کی تو ساتھ ہی اسلامی بیت المال کا قیام بھی عمل میں آیا۔

بیت المال کا مفہوم اور مقصد

بیت المال کا لغوی معنی خزینۃ المال (۲) یعنی مال کا خزانہ ''حکومت اسلامی کا خزانہ'' (۳) ''مال یا دولت کا گھر'' (۴)

اصطلاحی تعریف:

کسی مسلم ریاست کے خزانے یا اسلامی سلطنت کے اس ''خزانہ خاص کو کہتے ہیں جس کو ریاست بلکہ اسلامی حکومت عام رعایا کی اصلاح و بہبود کے لیے خرچ کرتی ہے۔'' (۵)

بیت المال سے مراد مسلمان عوام کا بینک بھی ہے اور قومی خزانہ بھی، ملّی جائدادوں کا ضامن بھی، تجارت کا ادارہ بھی، امانتوں کا محافظ بھی اور مسلمانوں کے مرکزی ادارے کا سرکاری خزانہ بھی'' (۶) بقول مولانا حفظ الرحمٰن اسلام کے معاشی نظام کو

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

بروئے کار لانے کے لیے حکومت ربانی (خلافت اسلامی) کے لیے خزانہ سرکاری کا وجود ضروری ہے۔ اس خزانہ کے محفوظ مقام کو بیت المال کہتے ہیں۔ اور اگرچہ کبھی کبھار بیت المال کا اطلاق وسعت کے ساتھ پورے مالی نظام پر بھی کر دیا جاتا ہے۔ تاہم عام اصطلاح کے مطابق مرکزی خزانہ کے محفوظ مقام ہی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔(۷)

''اسلامی ریاست اپنی مالیاتی پالیسی کو بروئے کار لانے کے لیے اور اس کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے سرکاری خزانہ قائم کرتی ہے اور سرکاری خزانہ کے محفوظ مقام کو بیت المال کہتے ہیں۔ بیت المال کا لفظ اسلامی ریاست کے پورے نظام مالیات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔''(۸)

اسلامی ریاست اپنی ملکی ضروریات پورا کرنے کے لیے بیت المال کی طرح جو بھی ادارہ قائم کرے گی وہ اسی مد میں آئے گا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق بیت المال کے بارے میں اسلام کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اللہ اور مسلمانوں کا مال ہے اور کسی شخص کو اس پر مالکانہ تصرف کا حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کے تمام امور کی طرح بیت المال کا انتظام بھی قوم یا اس کے آزاد نمائندوں کے مشورے کے مطابق ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کو اس پر محاسبہ کا پورا حق ہے۔(۹)

یعنی دین اسلام بیت المال پر ہر مسلمان کا حق قرار دیتا ہے کوئی حکمران یا فرد اسے اپنی ہی ذات پر خرچ نہیں کر سکتا بلکہ اس کا انتظام اور مصرف بھی سب کے مشورے سے ہونا چاہیے۔ ''الھدایہ'' میں ہے:

> ''بیت المال کا مال عام مسلمانوں کا مال ہے بیت المال خلیفہ اور اس کے نگران مشیروں کی نگرانی میں رہتا تھا لیکن شخصی طور پر بیت المال کی رقم پر خلیفہ کو بہت کم اقتدار حاصل تھا اس کی حیثیت ایک امین کی سی تھی۔
> خلافت راشدہ میں یہ چیز صاف طور پر ملتی ہے؟''(۱۰)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوھاروی نے بیت المال کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

اسلام کے معاشی نظام کو بروئے کار لانے کے لیے حکومت ربانی یعنی خلافت اسلامی کے لیے خزانہ سرکاری کا وجود ضروری ہے اور اس خزانہ کے محفوظ مقام کو بیت المال کہتے ہیں اور اگرچہ کبھی کبھی بیت المال کا اطلاق وسعت کے ساتھ پورے مالی نظام پر بھی کر دیا جاتا ہے تاہم عام اصلاح کے مطابق مرکزی خزانہ کے محفوظ مقام ہی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے آمدنی اور مصارف کے اصولوں کو اسلامی نظام کے تحت مفہوم کرایا جاتا ہے۔ ورنہ بیت المال سے وہ عمارت مراد نہیں جس میں مال رکھا جاتا ہے۔ بلکہ بیت المال اسلامی معاشیات اور اس کے نظام سیاست کا بہت بڑا ادارہ ہے جس کے قیام کا اصل مقصد حکومت اور عوام دونوں کو برقرار رکھنا اور دونوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا، ہر شخص اور خاندان کی کفالت کرنا جو کسی حیثیت سے غیر مکتفی ہو۔ بیت المال مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت سمجھا جاتا ہے۔(۱۱)

"Social structure of Islam" میں Ruben Leuy بیت المال کے بارے میں لکھتے ہیں۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

"The Public purse, the treasury or exchequer of Islam, as distinct from the caliph's privy purse, was known as the Bait-ul-Mal. "The house of (Public) property". The term had no reference to any particular building or locality, but was applied to that part of the caliph's activities concerned with such wealth, either in species or in kind, as belonged to the community of Islam as a whole and which passed through the hands of the 'Amils', the agents or tax gatherers of the community."(۱۲)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بیت المال کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

" Bait-ul-Mal means treasury, especially that of the state and is applied not only to the actual building in which the financial business of the state is transacted but also in a figurative sense to the national exchequer or fiscus." (۱۳)

''کسی بھی حکومت یا نظام حکومت کے مالیاتی نظام یا مالیاتی پالیسی کا جائزہ لینے کے لیے آغاز بیت المال یا سرکاری خزانہ(Public Exchequer)سے کرنا پڑتا ہے۔ بیت المال یا سرکاری خزانہ دراصل اس عمارت یا چاردیواری ہی کا نام نہیں جہاں سرکاری رقوم (Funds) اکٹھے کیے جاتے ہیں بلکہ اس پورے نظام کی پالیسی کا نام ہے جس پر مالیاتی نظام کا پورا ڈھانچہ اٹھایا جاتا ہے۔''(۱۴)

زمانہ قدیم سے مسلمانوں نے حکومت اسلامی کے بیت المال کو چار قسموں میں تقسیم کیا جو درج ذیل ہیں۔

زکوۃ کا بیت المال:

اس میں زکوۃ کی آمدنی، اس کے جمع کرنے کا انتظام اور حسب ضرورت اس کے مصارف پر اسے تقسیم کرنا شامل ہے۔

جزیہ وخراج کی آمدنی کا بیت المال:

اس میں جزیہ وخراج کی آمدنی کا حساب کتاب رکھا جاتا ہے جو غیر مسلموں سے وصول کی جاتی تھی۔

غنائم اور رکاز کا بیت المال:

بعض لوگوں کے نزدیک رکاز وغیرہ زکوۃ میں سے نہیں اور اسے زکوۃ کے مصارف میں خرچ نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ وہ ان کا بیت المال ہی الگ مقرر کرتے ہیں۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گم شدہ چیزوں کا بیت المال:

ان میں وہ مال آتے ہیں جن کے مالکوں کا پتہ نہ چل سکے اور وہ مال بھی آتے ہیں جن کا کوئی وارث نہ ہو۔

بیت المال کے قیام کا مقصد:

یہ اسلامی نظام معیشت ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ بلا لحاظ مذہب وملت اور رنگ ونسل ملک کے ہر باشندے کی کفالت کرتا ہے اور مملکت اسلامی میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو فقر وفاقہ میں مبتلا ہو۔ بیت المال یعنی حکومت کے خزانہ عامرہ کے مستقل ذرائع آمدنی میں فقر وفاقہ اور تنگ دستی کا علاج قدر مشترک ہے۔ اسلامی حکومت کی املاک اور وہ پبلک املاک و اموال جن کا انتظام وانصرام حکومت کرتی ہے اور جن کی آمدنیاں بیت المال میں جمع ہوتی ہیں ان کے صرف میں یہ اصول لازماً پیش نظر رکھا گیا ہے کہ مال صرف دولت مندوں ہی میں چکر نہ لگا تا رہے بلکہ معاشرے کے تمام افراد میں انصاف کے ساتھ تقسیم ہو اور معاشرے کے مختلف عناصر کے درمیان اونچ نیچ کو ختم کیا جائے۔

معاشی لحاظ سے لوگوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ طبقہ غرباء ۲۔ طبقہ متوسطین

۳۔ طبقہ امراء

اشترا کیت کے حامی کہتے ہیں کہ معاشی لحاظ سے تمام لوگوں کو ایک سطح پر لانا ضروری ہے۔ اس غرض کے لیے امراء کے مال چھین کر غرباء میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ یہ لوگ کسی شخص کو حق ملکیت دینے اور ورثے میں اس کا حق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اسلام غلو اور افراط وتفریط سے کام لینے کی بجائے میانہ روی کو پسند کرتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً ﴾(۱۵)

اس لیے وہ ہر انسان کے حق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ یہ ہر انسان کا طبعی حق ہے اور معاشی نظام کو استوار رکھنے کے لیے اس حق کو تسلیم کرنا اور برقرار رکھنا ضروری ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے میں کسی قسم کا وقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ ایک مہذب سلطنت میں یہ ناقابل برداشت ہے کہ وہاں امیروں کی دولت و ثروت میں تو روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے لیکن غریبوں کا کوئی پرسان حال نہ ہو۔ اور وہ افلاس اور مصائب کی چکیوں میں پستے ہی جائیں۔ اسلام نے اس صورت حال کا علاج زکوۃ کے ذریعے تجویز کیا ہے یہ اس لیے کہ ایک طرف تو امراء اسے طوعی خیال کر کے اس کی ادائیگی سے بچنے کی کوشش نہ کریں دوسری طرف غریبوں کے دلوں میں احساس کمتری پیدا نہ ہو۔(۱۶)

اسلام کا انداز فکر اسلامی معاشیات کی بنیاد ہے۔ دوسرے غلط معاشی نظاموں نے اپنے غور وفکر کا مرکز حصول دولت کے غلط ذرائع کو اختیار کرنے کی وجہ سے جو مسائل پیدا کئے ہیں ان کا سبب بھی اگر غور کیا جائے تو دولت کی ناجائز تقسیم یا سرمایہ کا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

غلط مصرف ٹھرتا ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ انسان زیادہ خرچ کرنے کے لیے زیادہ حاصل کرتا ہے وہ اپنے دماغ میں دولت کو صرف کرنے کے لیے جائز وناجائز بہت سے پلان بناتا ہے۔فخر اور پندار اسے مجبور کرتے ہیں کہ وہ معاشی ماحول میں سستی شہرت کمانے کے لیے دولت کو زیادہ سے زیادہ لٹائے اور بے موقع لٹائے۔خودغرضی اسے مجبور کرتی ہے کہ اپنے عیش اور تن آسانی کے لیے دوسروں کا پیٹ کاٹے،غریبوں کا خون چوسے،شیطان انسان کو فریب دے کر حصول دولت کے غلط ذرائع پر آمادہ کرتا ہے تعیش اور خودغرضی کا شیطان ہی وہ بدترین جذبہ محرک ہے جو دولت کے ناجائز استعمال سے بھی نہیں چونکتا۔

اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعے سے انفاق کی راہوں کو بھی بند کیا جس میں دولت کو بے جا صرف کرنے کی وجہ سے اکثر و بیشتر انسان قلاش ہو جاتا ہے اور یہ قلاشی اسے بالآخر مفاسد اور امر جرائم کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔اسلام نے ان طریقوں کو بھی رائج کیا جن کی وجہ سے معاشرہ کے دوسرے افراد غریبوں، ناداروں، اپاہجوں وغیرہ میں حصول دولت کے غلط ذرائع اختیار کرنے کا جذبہ ابھرنے نہیں دیتا۔(۱۷)

دنیا جانتی ہے کہ اسلام سے پہلے بھوک کس قدر عام تھی۔ دنیا میں کوئی ایسا نظام نہ تھا جو غریبوں کے اخراجات کی تکمیل کا ذمہ اپنے اوپر لیتا۔اسلام نے یہ بھاری ذمہ داری قبول کی اور نہ صرف وقتی حل پیش کیا بلکی ایک دائمی نظام کی بنیاد رکھی۔کیونکہ اسلام کا مقصد محض عبادات نہ تھا۔وہ جماعت کی اصلاح چاہتا تھا اور جماعت میں ایسے لوگ بھی تھے جن کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا جو بھوکے اور ننگے تھے۔اگر ایسے لوگوں کو بھوک اا ور ننگ کا انتظام نہ کیا جاتا تو اسلام عالمگیر مذہب ہونے کا دعوی نہ کر سکتا۔اس میں اور دوسری تہذیبوں میں کوئی فرق نہ رہتا۔کیونکہ دوسری تہذ یں بھی غریب کا حق نہ پہنچاتی تھیں۔غریب بھوکے مرتے، ننگے پھرتے، بیماریوں کا شکار ہوتے، روتے چیختے مگر یہ اونچی تہذیبیں یہ سا سانی، یہ رومی ٹس سے مس نہ ہوتیں۔غریبوں کو بھوکا دیکھتے، ننگے پاتے شرم محسوس نہ کرتے۔

اسلام یہ ذلت قبول نہیں کرسکتا کہ ایک مسلمان خود تو رات کو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا ہمسایہ بھوک کے سبب تڑپتے ہوئے رات گزارے۔

چنانچہ اسلام نے محروم، محتاج، مفلس، یتیم اور اپاہج لوگوں کی اقتصادی پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ان لوگوں کو بیت المال سے وظائف دیئے جاتے تھے۔زکوۃ،صدقات اور خیرات کی رقوم بھی ان لوگوں کے لیے وقف تھی۔

گویا کہ بیت المال ان نادار اور محتاجوں کے لیے باعث رحمت تھا۔اور معاشرہ میں مساوات قائم کرنا اسلام کی فطرت کے عین مطابق تھا۔(۱۸)

اسلامی بیت المال سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں اور ذمیوں کو بھی وظائف دیئے جاتے تھے۔اس سلسلہ میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مکتوب جوانہوں نے حاکم بصرہ عدی بن ارطاۃ کو لکھا تھا۔جس میں آپ نے اسے بعض

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

فرائض کے بارے میں نصیحت کی کہ وہ اپنے علاقے میں ان کی پاسداری کرے۔مکتوب کا متن یہ ہے۔

''اپنی طرف سے اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی ذمی جو بوڑھا ہو گیا ہو اس کے قوی مضمحل ہو گئے ہوں اور کوئی کام کرنے سے عاجز ہو تو مسلمانوں کے بیت المال سے اسے وظیفہ دو۔اس لیے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ ایک ذمی بوڑھے کے پاس سے گزرے جو در بدر سوال کر رہا تھا۔آپؓ نے فرمایا ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہ کیا کہ تیری جوانی میں تجھ سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں تجھے بلا دیا۔پھر آپؓ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس کا اتنا وظیفہ مقرر کیا جو اس کی اصلاح احوال کے لیے کافی تھا۔''(۱۹)

قبل از اسلام بیت المال کی صورت:

اسلام کے مالیاتی نظام (بیت المال) کی خوبیوں کو جاننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا تقابلی مطالعہ ان مالیاتی نظاموں سے کیا جائے۔جو بعثت نبویؐ کے وقت عرب یا اس کے قرب وجوار میں رائج تھے۔اس وقت تین مالیاتی نظام تھے۔عربوں کا اپنا مالی نظام، روم اور ایران کی عظیم ترقی یافتہ مملکتوں کا مالی نظام، پہلے اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ کیا ان مملکتوں میں بیت المال یا اس قسم کا کوئی سرکاری ادارہ موجودہ تھا۔جس سے لوگوں کی کفالت کی جاتی ہو۔

زمانہ جاہلیت کا مالی نظام قبائلی قسم کا تھا۔جہاں جس قبیلے کی اکثریت ہوتی وہاں اس کی حکومت ہوتی۔مکہ معظّمہ میں قبیلہ قریش کو سعادت حاصل تھی۔ان کو عرب میں ہمیشہ مرکزی حیثیت رہی ہے۔عربوں کی اکثریت بادیہ نشین تھی۔مختلف قبائل آپس میں برسر پیکار رہتے تھے۔قبائل کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ مال غنیمت تھا۔جو باہمی جنگوں سے حاصل کرتے۔عرب میں مرکزی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کوئی ادارہ موجود نہیں تھا گویا پورے عرب میں قبائلی نظام رائج تھا۔

روم کے مالیاتی نظام میں بھی ایسا کوئی ادارہ موجود نہیں تھا بلکہ حکمرانوں نے عوام پر ظالمانہ قسم کے ٹیکس عائد کر رکھے تھے۔ان میں زراعت ٹیکس، دارالحکومت کا ٹیکس، (دارالخلافہ قسطنطینہ اور اسکندریہ)، آبپاشی، جزیہ یا حیثیت، جائیداد، مویشی، تجارت، فوجی لباس، خطاب اور بیگار ٹیکس عائد تھے۔غربت عام تھی عوام کو ظلم کی چکی میں پیسا جاتا۔حکومتی سطح پر ان کا کوئی مداوا نہیں کیا جاتا تھا۔حکمران عیش وعشرت میں پڑے ہوئے تھے۔بہت سے مورخین نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ رعایا اپنے عیش پسند حکمرانوں کے ظالمانہ ٹیکسوں سے تنگ آ چکی تھی۔

ایران کا مالیاتی نظام روم سے بھی زیادہ ظالمانہ تھا۔پورے ملک میں جاگیردارانہ نظام تھا۔جاگیرداروں کے پاس زمین کے بڑے بڑے ٹکڑے تھے اور یہی جاگیردار عوام اور بادشاہ کے درمیان واسطہ کا کام دیتے تھے۔البتہ نوشیرواں کا زمانہ عدل وانصاف کے لیے مشہور ہے۔اس کی حکومت سے پہلے زمین کا ٹیکس پیداوار کے ایک حصہ کی صورت میں لیا جاتا تھا۔(۲۰)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گویا اسلام سے پہلے پوری دنیا میں کسی ملک میں بیت المال جیسا کوئی ادارہ موجود نہیں تھا۔

عہد نبویؐ میں بیت المال کی صورت:

کیا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کوئی سرکاری خزانہ یا بیت المال تھا؟

اس سوال کے جواب بیک وقت دو ہیں۔

بیت المال کی مذکورہ تعریف کے مطابق آپ ﷺ کے مبارک دور میں بیت المال یا سرکاری خزانہ ضرور تھا۔ جس کی پالیسی کے تحت آپؐ دولت تقسیم کیا کرتے تھے۔

رہا دوسرا جواب کہ کیا کوئی سرکاری خزانہ کی عمارت بھی تھی؟

اس کے جواب میں مورخین کا اختلاف ہے۔ مورخین کی ایک بہت بڑی جماعت کی یہ رائے ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں بیت المال کی کوئی عمارت نہیں تھی۔ اور جو کچھ بھی آپؐ کے پاس آتا آپؐ اسے بغیر روکے یا جمع کئے مستحقین میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے یا ضروری مدات پر خرچ کر دیا کرتے۔ (۲۱)

اس سلسلہ میں علامہ ذہبی کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔

"لم یکن بیت المال معروفا عند العرب فی عصر الجاهلیته او عصر الرسول (صلی اللّٰه علیه وسلم) وابی بکر (رضی اللّٰه عنه) حیث ان الدو لة فی بد ء تکوینها مع قلته الموارد وضعف الایرادات وان یاته الرسول (صلی اللّٰه علیه وسلم) کانت تقضی بتو زیع المال بفوره ان جاء غدوه لم ینتصف النهار او عشیته لم یبت حتی یقسمه" (۲۲)

"زمانہ جاہلیت کے عرب سرکاری خزانہ (بیت المال) کے نام سے متعارف نہیں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بیت المال کی عمارت کا وجود نہیں پایا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی ریاست کا آغاز ہو رہا تھا۔ وسائل مالیات کم تھے اور آمدنی نہایت قلیل تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال آتا آپؐ فوراً تقسیم فرما دیتے۔ یہاں تک کہ صبح آتا تو دوپہر نہ ڈھلنے دیتے اور شام کو آتا تو رات نہ بیتنے دیتے۔"

لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں کہ اتنی بڑی سلطنت اور اس کے نظام کو چلانے کے لیے جس قدر اخراجات کی ضرورت تھی۔ جب کہ آنے والے وفود کو آپؐ تحائف اور سفر خرچ بھی دیا کرتے تھے۔ اور خیبر اور فدک کی سالانہ آمدن بھی آ رہی تھی۔ بعض قبائل عرب جزیہ بھی دے رہے تھے اور ان سب کے باوجود کوئی بیت المال (یا اس نام کے علاوہ کسی نام) کی کوئی عمارت نہ تھی۔

لہٰذا ڈاکٹر حمید اللہ کی یہ تحقیقی رائے دل کو لگتی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ مسجد نبوی کے متصل ایک کمرہ تھا جس کی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کڑی نگرانی بھی کی جاتی تھی۔اس میں سرکاری اموال اوراجناس رکھے جاتے تھے۔حضرت بلال ؓ اس کی نگرانی کرتے تھے یہ پہلا بیت المال تھااورحضرت بلال ؓ پہلے وزیر مالیات تھے۔ (۲۳)

اس تحقیق کی تائیداس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن قیم جوزیہ نےنقل کیا ہے۔

"کان بلال علی نفقاته" (۲۴)

''حضرت بلال ؓ آپ ؐ کے اخراجات کےنگران تھے۔''

بیت المال کی موجودگی کا پتہ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی ملتا ہے اس لیے کہ آپ ؐ کے زمانے میں بھی ملت کے خزانے کا کچھ نہ کچھ تصور بہر حال موجود تھا۔لیکن اس کی باضابطہ بنیاد اس وقت پڑی جب ایک سلطنت کے فاتح کی حیثیت سے ملت کے سامنے نئی نئی ضروریات آئیں۔اورسابقہ ان مالیاتی اداروں سے واسطہ پڑا جو مفتوحہ ریاستوں میں پہلے سے موجود تھے۔ (۲۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے عہد میں دولت اسلامیہ کے محاصل غنائم ،صدقات اور جزیہ تک محدود تھے۔یہ جیسے ہی وصول ہوتے تھے اپنے مصرف میں صرف کر دیئے جاتے تھے۔اس زمانہ میں آمدنی خرچ سے زیادہ نہ تھی لہٰذا اس کی ضرورت ہی نہ تھی کہ حفظ مال کے لیے بیت المال قائم کیا جائے۔محدثین کا اتفاق ہے کہ

حضور ؐ پرنور کے زمانے میں مسجد نبوی یا ازواج مطہرات کے حجرے بھی ریاست کے اس مال کو رکھنے کی جگہیں تھیں۔ اول تو اس مال کی تقسیم کبھی دوسرے دن پر اٹھانہ رکھی جاتی اگر کبھی ایسا ہوتا تو محض رات کے بیچ میں آجانے کے سبب سے یا کوئی اور بڑی وجہ رکاوٹ بن جاتی۔نبی کریمؐ کے آخری وقت تک کوئی بیت المال نہ تھا اور نہ ریاست کی آمدنی ایک جگہ پر جمع رکھی جاتی تھی۔ (۲۶)

ان تمام آراء کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ نبی پاک ؐ کے عہد مبارک میں بیت المال کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا۔

اسلام سے قبل مملکت کی تمام مال و دولت کا مالک بادشاہوں اور حاکموں کو سمجھا جاتا تھا۔اوراس کا زیادہ تر حصہ رعایا کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی بجائے ان کی ذات پر خرچ ہوتا تھا۔لیکن اسلام نے فرمانرواؤں اور حاکموں کی بجائے۔''بیت المال'' کو اس مال کا حقدار بنایا اور سربراہ مملکت اور دیگر حکام وعمال کو صرف اتنا ہی مال لینے کی اجازت دی جو مسلمان ان کے لیے مقرر کریں اور جس سے ان کا اوران کے اہل وعیال کا گزارہ ہو سکے۔گویا ان کی حیثیت ایک مزدور کی سی تھی۔جسے اس کی مقررہ مزدوری سے زیادہ اور کسی چیز کا حقدار نہیں سمجھا جاتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے بھی اپنے آپ ؐ کو اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔آپ ؐ صرف اتنا ہی مال لیتے تھے جو آپ ؐ کے اہل وعیال کے لیے سال بھر تک کافی ہو سکے۔لیکن وہ اس قدر کم ہوتا تھا کہ پورا سال گزرنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تھا۔ اور آئندہ کے لیے قرض لینے کی نوبت آجاتی تھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی وفات کے وقت آپؐ کی زرہ جو کہ دانوں کے بدلے رھن رکھی ہوئی تھی جو آپؐ نے اپنے اہل وعیال کے لیے خریدے تھے۔(۲۷)

عہد خلفائے راشدینؓ میں بیت المال:

عہد صدیقیؓ میں زکوۃ، عشر، جزیہ اور غنیمت کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کوئی خزانہ قائم نہیں کیا، بلکہ مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی اسلامی ضروریات میں صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچتا اس کو بلاتفریق آزاد وغلام، ادنی واعلیٰ، مرد اور عورت عام مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے، چنانچہ خلافت کے پہلے سال دس دس درہم اسی اصول پر تقسیم کئے دوسرے سال بیس بیس درہم اس مساوات پر ایک شخص نے اعتراض کیا تو فرمایا، فضل ومنقبت اور شے ہے اس کو رزق کی کمی بیشی سے کوئی علاقہ نہیں۔ (۲۸)

آخر عہد خلافت میں بیت المال کے لیے ایک عمارت تعمیر کروائی تھی لیکن اس میں کوئی رقم جمع کرنے کی نوبت نہ آئی، اس لیے اس کی حفاظت کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا آپ بیت المال کی حفاظت کے لیے کوئی محافظ کیوں نہیں مقرر فرماتے، جواب دیا اس کی حفاظت کے لے ایک قفل کافی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ روپیہ تقسیم کردینے کے بعد بیت المال میں جھاڑو پھروادیتے اسی کا نتیجہ تھا کہ وفات کے بعد جب بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو اس میں صرف ایک درہم نکلا۔ (۲۹)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک چھوٹا سا مکان بیت المال کے لیے مخصوص کرلیا تھا لیکن وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا۔ کیونکہ تمام محاصل اسی وقت تقسیم کردیئے جاتے تھے۔ (۳۰)

بیت المال بحیثیت سرکاری خزانہ کے محفوظ مقام کا قیام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں ہوا اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ اس کے نگران مقرر ہوئے۔ لیکن جو مال آتا وہ فوراً تقسیم کردیا جاتا۔ لہٰذا آپ کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ چند صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بیت المال کا معائنہ کرنے گئے تو اسے خالی پایا۔ (۳۱)

بیت المال کا باقاعدہ قیام حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوا۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں ''اسلام میں فاروق اعظم سے پہلے نہ تو اس قدر کثیر رقم آئی تھی کہ جس کے رکھنے کے لیے بیت المال یا خزانہ بنایا جاتا اور نہ اس کی ایجاد ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زمانے میں جو رقمیں آتی تھیں وہ کل ایک ہی نشت میں تقسیم کردی جاتی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں بھی اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ جو مال آتا اس کو تقسیم کردیا جاتا۔ ۱۵ھ میں یا اس کے قریب بیت المال کی ابتداء یوں ہوئی کہ بحرین سے پورے سال کا خراج پانچ لاکھ درہم آیا، حضرت عمرؓ نے اس رقم کثیر کی بابت مشورہ کیا حضرت علیؓ نے تجویز پیش کی کہ اس کو ایک سال کے اندر تقسیم کردیا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کی مخالفت کی ولید بن ہشام نے بتایا کہ میں نے شام میں یہاں خزانہ اور دفتر جدا جدا محکمہ دیکھا ہے حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور بیت المال کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے مدینہ منورہ میں بیت المال قائم ہوا اور اس کی نگرانی کے لیے عبداللہ بن ارقمؓ کو منتخب کی جو ایک معزز صحابیؓ تھے اور حساب وکتاب میں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کمال مہارت رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ صوبوں اور صدر مقاموں میں بیت المال قائم کئے اور اس کے آفیسر جداگانہ مقرر فرمائے۔ مدینہ کے علاوہ دوسرے صوبہ جات اور اضلاع کو یہ ہدایت تھی کہ وہاں کے ضروری مصارف کے لیے رقم نکل کر بقیہ جس قدر ہو سال تمام ہونے پر مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ عمرو بن العاص ؓ کو ایک فرمان جاری کیا تھا جس کے الفاظ تھے۔

"فاذا حصل الیک و جمعه اخرجت منه عطاء المسلمین و ما یحتاج الیه مما لا بد منه ثم انظر فما فضل بعد ذلک فاحمله الّی" (۳۲)

"تجھ کو کل مالیہ وصول ہو جائے تو ان کو جمع کر لے اس میں سے مسلمانوں کے ضروری وظائف اور ضروریات نکال لے اس کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ میرے پاس بھیج دے۔"

حضرت عمرؓ نے باقاعدہ بیت المال کی عمارت تعمیر کروائی۔ (۳۳)

حضرت عمرؓ نے جب خلافت کا باقاعدہ نظام قائم کیا تو دوسرے شعبوں کے ساتھ بیت المال کو بھی وسعت دی اور تمام صوبوں اور مرکزی مقامات میں بیت المال قائم کئے اور ان کے لیے وسیع عمارتیں بنوائیں اور ان پر نہایت لائق اور دیانت دار افسر مقرر کئے۔ دارالخلافہ کے بیت المال کے افسر حضرت عبداللہ بن ارقم ؓ تھے، کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اصفہان کے خالد بن حرث ؓ، کوفہ کے بیت المال کی عمارت نہایت وسیع اور شاندار تھی۔ (۳۴)

حضرت عمرؓ اگرچہ تعمیر کے باب (سلسلے) میں نہایت کفایت شعاری کرتے تھے لیکن بیت المال کی عمارتیں مستحکم اور شاندار بنوائیں۔ کوفہ میں بیت المال کے لیے ایک محل تعمیر کروایا جس کو "روزبہ" نامی مجوسی معمار نے بنایا تھا۔ جس کا مصالحہ خسروان فارس کی عمارت سے آیا تھا۔ لیکن جب اس میں نقب کے ذریعہ چوری ہوئی تو حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص ؓ کو لکھا کہ مسجد کی عمارت بیت المال سے ملا دی جائے کیونکہ مسجد نمازیوں کی وجہ سے ہمیشہ آباد رہے گی اور ہر وقت لوگوں کا مجمع رہے گا۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص ؓ کے حکم سے "روزبہ" نے بیت المال کی عمارت کو اس قدر وسیع کیا کہ مسجد سے مل گئی۔ اس طرح چوری وغیرہ سے اطمینان ہوا۔ (۳۵)

یہ دریافت کرنا مشکل ہے کہ ہر جگہ خزانہ میں کتنی رقم محفوظ رہتی تھی "مورخ یعقوبی" کی تشریح سے اس قدر معلوم ہوا ہے کہ دارالخلافہ کے خزانے سے خاص دارالخلافہ کے باشندوں کو جو تنخواہیں اور وظائف ملتے تھے ان کی تعداد تین کروڑ سالانہ تھی۔

حضرت عثمان ؓ کے زمانہ خلافت میں بیت المال کے سلسلے میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ حضرت عثمان ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ سے الگ کوئی طریقہ اختیار کیا ہو بلکہ حضرت عمرؓ کے نظام بیت المال کو قائم رکھا۔ بے شک حضرت عثمان ؓ کے دور میں بیت المال کی آمدنی بڑھ گئی تھی۔ (۳۶)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

عثمانی ؓ عہد میں بہت سے نئے ملک فتح ہوئے اور خراج کی آمدنی بہت بڑھ گئی اس کے علاوہ آپ ؓ کے اعمال کے حسن انتظام سے پرانے محاصل میں کافی اضافہ ہوا، چنانچہ مصر کے خراج کی مقدار پوری دونی ہوگئی۔ (۳۷)

آمدنی میں اضافہ کے ساتھ آپ نے لوگوں کے وظائف میں اضافہ فرمایا، جن لوگوں کو رمضان کے مصارف کے لیے نقد ملتا تھا ان کا کھانا بھی مقرر کیا۔ (۳۸)

ان کے علاوہ قومی مصارف اور رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف کیا۔

حضرت علی ؓ نے بھی بیت المال کی حفاظت میں حضرت عمر ؓ کی طرح اہتمام کیا۔ آپ ؓ کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بصرہ کے بیت المال سے دس ہزار کی رقم لے لی، حضرت علی ؓ کو معلوم ہوا تو وہ رقم ان سے واپس کروادی۔ (۳۹)

آپ ؓ اپنی اور اپنے متعلقین کی ذات پر بیت المال کی معمولی چیز بھی صرف نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ عمرو بن سلمہ اصفہان کا خراج لائے اس میں شہد اور چربی بھی تھی۔ حضرت علی ؓ کی صاحبزادی ام کلثوم ؓ نے مانگ بھیجا، عمرو بن سلمہ نے ایک پیپا شہد اور ایک پیپا چربی بھیج دی۔ دوسرے دن حضرت علی ؓ نے شمار کیا تو دو پیپے کم تھے، عمرو بن سلمہ سے سختی کے ساتھ پوچھا، انہوں نے بتا دیا۔ آپ ؓ نے اسی وقت دونوں پیپے منگا لیے اور اس میں جو کچھ خرچ ہو چکا تھا اس کا اندازہ لگا کر اس کی قیمت ادا کر دی۔ (۴۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے غلام ابورافع بیت المال کے نگران تھے ایک دفعہ انہوں نے بیت المال سے ایک موتی اپنی لڑکی کو پہنا دیا تو حضرت علی ؓ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جب فاطمہ ؓ کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی تو میرے پاس مینڈے کی ایک کھال تھی جس پر رات کو سوتا تھا اور دن کو اس پر مویشی کو چارہ دیتا تھا۔ ایک خادم تک میرے پاس نہ تھا۔ (۴۱)

خلافت راشدہ کے دور حکومت میں بیت المال کی آمدنی تسلی بخش تھی۔ اس لیے کہ محاصل کی آمدنی بہت بڑھ گئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف سواد اور کوفہ کا خراج حضرت عمر ؓ کے آخری عہد میں ایک کروڑ درہم تھا۔ آمدنی خرچ سے یوں بڑھی ہوئی تھی کہ خرچ میں کفایت اور احتیاط برتی جاتی تھی۔ عمال اور دلاۃ کے روز ینے ان کی ضرورت کے مطابق ایک حساب سے مقرر تھے۔ افواج کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی سادہ زندگی پر قائم تھی۔ اس لیے ان کا خرچ بھی بہت زیادہ نہ تھا۔ خلفاء خود بیت المال سے بہت کم فائدہ اٹھاتے تھے۔ ان کے دلاۃ بھی انہی کے مسلک پر قائم رہے۔ اور حکومت کے مال میں اسراف کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اور انہیں خلیفہ کی طرف سے عتاب کا خطرہ سا لگا رہتا تھا کہ کہیں ان پر الزام نہ لگ جائے کہ وہ سال کے محاصل مصلحت عمومی کے علاوہ دوسری مدات پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اس حسن انتظام اور کارکردگی امانت اور صرف میں احتیاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کی مالی حالت مستحکم ہوگئی۔ (۴۲)

اس زمانہ میں بیت المال سرکاری خزانہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس وقت کا مرکزی بنک بھی تھا۔ جو سوائے سود پر قرضہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دینے، تجارتی کاروبار کے لیے قرضوں کا اجراء کرنے اور نوٹ جاری کرنے کے باقی تمام وہ فرائض پورے کرتا تھا جو آج کل کے مرکزی بنک کرتے ہیں۔

بنوامیہ، بنوعباس اور دیگر اسلامی ادوار وممالک میں بیت المال کی صورت:

اموی دور:

اموی دور میں بیت المال کا تعلق اسی نہج پر رہا جس طرح کہ حضرت عمر فاروق ؓ مقرر کر گئے تھے۔ کوئی قابل ذکر تبدیلی کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ حضرت امیر معاویہ ؓ پر الزام ہے کہ آپ نے بیت المال میں بے جا اسراف کیا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ امیر معاویہ نے خلفائے راشدین ؓ کی طرح فقر وفاقہ کی زندگی بسر کر کے بیت المال کو محض قوم وملک کے مصارف تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ حکومت کی ضروریات کے ساتھ وہ اپنے آرام وآسائش پر بھی صرف کرتے تھے۔ لیکن بیت المال سے صحابہ ؓ کے وظائف جاری رکھے، فوجیں تیار کیں، بحری بیڑے بنوائے پولیس اور خبر رسانی کو ترقی دی، دفاتر، نہریں، اسلامی نوآبادیاں اور بہت سے مفید کام کیے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کچھ مالی اصطلاحات کی تھیں جن کا ذکر قاضی ابو یوسف ؒ نے کیا ہے۔

> ''عبدالملک بن مروان حکمران ہوئے تو انہوں نے لوگوں کے محاصل کے بارے میں از سر نو جائزہ لیا اور محنت کرنے والوں کے لیے مناسب حیثیت میں معاوضہ کا انتظام کروایا۔'' (۴۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے بیت المال کے مصارف میں کافی اصلاحات کیں۔ ملک میں جتنے مجبور اور معذور اشخاص تھے، سب کے نام رجسٹر میں درج کر کے ان کا وظیفہ مقرر کیا، اگر اس میں کسی عامل سے ذرا بھی غفلت ہوتی تھی تو سخت تنبیہ کرتے تھے۔ (۴۴)

وہ قرض دار جو ناداری کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکتے تھے ان کے قرض کی ادائیگی کی مد قائم کی۔ (۴۵)

ایک عام لنگر خانہ قائم کیا جس سے فقراء اور مساکین کو کھانا ملتا تھا۔ (۴۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کی اڑھائی سال کی خلافت میں لوگ اتنے خوشحال ہوئے تھے کہ کوئی شخص ''بیت المال'' سے صدقہ لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ (۴۷)

البتہ اکثر اموی خلفاء نے بیت المال کو شخصی خزانہ بنا رکھا تھا۔

عباسی دور:

عباسی دور میں مالی نظام کم وبیش وہی رہا۔ آمدنی کا سب سے بڑا حصہ خراج تھا۔ بعد کے ادوار میں آمدنی کے اہم ذرائع خراج اور غیر شرعی ٹیکس رہے ہیں۔ اسی لیے امام ابو یوسف ؒ نے نظام محاصل تجویز کیا تھا۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

> ''میرے خیال میں زمین کی پیداوار کے اندر ایک منصفانہ ہلکی سی نسبت سے حصہ دار بن جانا، بیت المال کی آمدنی بڑھانے، خراج ادا کرنے والوں کو ایک دوسرے کی دست درازیوں اور ایک دوسرے پر بے جا بار

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ڈالنے سے بچانے، نیز ان کو والیوں اور دوسرے افراد حکومت کے ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھنے کا بہتر طریقہ ہے۔اس طریقہ سے سلطان بھی راضی رہے گا اور خراج ادا کرنے والے بھی ایک دوسرے کے ظلم وزیادتی سے ماموں رہتے ہوئے سکھ چین اور اسودہ حالی کی زندگی بسر کر سکیں گے۔''(۴۸)

جب علاقے برابر خلافت کے ہاتھ سے نکلتے رہے تو محاصل کی وصولی میں کمی آ گئی۔فوجی اخراجات میں اضافہ ہو گیا تھا۔ایک پیادہ سپاہی کی تنخواہ ایک ہزار درھم سالانہ تھی۔سوار کی اس سے دو چند تھی۔

المغرب:

جب تک المغرب اور الاندلس براہ راست بنوامیہ اور خلفائے عباسیہ کے نظم ونسق کے ماتحت رہے وہاں مالی نظم ونسق سے متعلق کسی طرح کے مسائل پیدا نہیں ہوئے۔مقامی بیت المال کی حیثیت دمشق یا بغداد کے مرکزی بیت المال کی ایک شاخ کی تھی۔لیکن جب مسلم مغرب کا کوئی حصہ مشرقی خلافت کے قبضے اور اقتدار سے باہر نکل جاتا تو وہاں جداگانہ نظم ونسق قائم ہو جاتا۔

الاندلس:

اندلس میں بیت المال کا لفظ ہمیشہ نہایت محدود معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔اس اصطلاح سے، جو حقیقت میں بیت مال المسلمین کی شکل میں ملتی ہے وہ خزانہ مراد ہے جس میں ''اوقاف کی آمدنی داخل ہوتی تھی۔یہ خزانہ حقیقت میں خزانہ عامرہ سے بالکل الگ ہے جسے عام طور سے خزانۃ المال اور بہت ہی کم بیت المال بھی کہا جاتا ہے۔قاضی اس کے نظم ونسق کی دیکھ بھال کرتا تھا یہ خزانہ کسی مذہبی عمارت میں رکھا جاتا تھا۔(۴۹)

سلطنت عثمانیہ:

سلطنت عثمانیہ میں سلطان کے ذاتی خزانے (خزانہ اندرون یا اچ خزانہ) اور حکومت کے خزانے (خزانہ عامرہ) کے درمیان بڑی احتیاط سے امتیاز قائم رکھا جاتا تھا۔عثمانی نظم ونسق سے تعلق رکھنے والی دستاویزات میں خزانے کو عام طور سے ''پبلک المال''نہیں کہا جاتا اگر چہ یہی اصطلاح عام طور سے ''بیت المال مسلمین'' یا ''بیت المال عاقہ'' کی شکل میں ملتی ہے۔

خزانہ عامرہ میں ضبط شدہ جائدادیں، لاوارث اور ایسی جائدادیں شامل تھیں جن کا کوئی دعویٰ دار نہ ہو۔ان کی نگہداشت اور آمدنی جمع کرنا ایک خاص افسر کے سپرد تھی جو''امین بیت المال'' یا ''بیت المالجی'' کہلاتا تھا۔

ہندوستان:

اسلامی ہندوستان کے نظام حکومت میں دو مختلف طریقے مل جل کر سامنے آتے ہیں۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۔ مسلمان فاتحین اپنے ہمراہ عرب اور ایران وتوران سے اسلامی تصورات کے زیر اثر تمدنی تجربات لائے

۲۔ مقامی دستور اور قاعدے جنھیں مسلمان حکومتوں نے اپنا لیا۔ اسلامی ہندوستان سے متعلق مختلف ماخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''بیت المال'' کی اصطلاح کا زیادہ رواج نہیں ہوا۔ اس کی بجائے خزانہ یا خزانہ عامرہ کا لفظ استعمال ہوا۔

سرکاری کاغذات میں مال کا لفظ موجود ہے اور اس کے معنی عموماً سرکاری محاصل اور ذرائع آمدنی مثلاً خراج اور جزیہ وغیرہ لیے جاتے ہیں عسکری کاغذات میں اس سے مراد مال غنیمت بھی ہے۔(۵۰)

علاؤالدین خلجی نے خراج مقاسمہ کا طریقہ رائج کیا۔ (۵۱)

مغل بادشاہوں کے زمانے میں وزیر اور دیوان دو عہدے، کبھی مختلف اور کبھی ایک ہی معنی میں نظر آتے ہی۔ اس عہدے دار کا کام مالیات کا انصرام تھا۔ اور خزانے کا انتظام یہی کرتا تھا۔ وہ مدات جن سے خزانہ شاہی تکمیل پاتا تھا بہت سی تھیں۔ ان میں مالیہ، لگان وغیرہ کے علاوہ زکوۃ بھی شامل تھی۔

بقول جادوناتھ سرکار شاہان وقت مسلمانوں سے زکوۃ لے کر، دینی رفاہی کاموں میں خرچ کرتے تھے۔ مثلاً مسجدیں تعمیر کرنا، اولیاء وعلماء وصلحا کو وظائف دینا، ان کے مزارات ومقابر پر خرچ کرنا، نادار مسلمان لڑکیوں کے لیے جہیز فراہم کرنا وغیرہ وغیرہ۔(۵۲)

آج کل تمام اسلامی ممالک میں بیت المال کا نظام تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ اس نظام کو از سر نو نافذ العمل کرنے کی ضرورت ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ہود(۱۱)۶
۲۔ لویس معلوف یسوعی: المنجد فی اللغتہ والادب والعلوم، بیروت، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، ۱۹۶۰ء، ص ۵۵
۳۔ بلیادی، عبدالحفیظ: مصباح اللغات، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ۱۹۵۰ء، ص ۷۹
۴۔ ظفر نیازی: نقاداللغات، کراچی، نقاد بک ڈپو، ۱۹۶۰ء، ص ۷۶
۵۔ منشی محبوب عالم: اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور، منیجر کارخانہ پسیہ اخبار، ۱۹۳۹ء، ۱/۱۵۳
۶۔ علی اسلم، سید، ڈاکٹر: اسلام کا جمہوری نظام، سیالکوٹ، ملک احسن برادرز، ۱۹۵۰ء، ص ۳۳۰
۷۔ سیوھاروی، محمد حفظ الرحمٰن: اسلام کا اقتصادی نظام، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۸
۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۱ء، ۵/ ۱۹۷
۹۔ مودودی، ابوالاعلی، سید: معاشیات اسلام، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۱۹۹۰ء، ص ۳۹۱
۱۰۔ المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، امام: الھدایہ، کراچی، محمد سعید اینڈ کمپنی ۱۳۵۴ھ، ۲/ ۵۷۹
۱۱۔ سیوہاروی، محمد حفظ الرحمٰن: اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۱۰۸
12. Ruben Leuy: Social Structure of Islam: Cambridge at the University Press, 1962, P-308
13. Encyclopaedia of Islam Al Bait-ul-mal, New Edition Ileiden, Ej Brill, 1960,V-1,P-598
۱۴۔ غفاری، نور محمد، ڈاکٹر: نبی کریمؐ کی معاشی زندگی، لاہور، عتیق پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۰ء، ص ۲۳۱
۱۵۔ البقرہ ۲: ۱۴۳
۱۶۔ عبدالمتعال الصعیدی، پروفیسر: عہد نبوی کی اسلامی ریاست، لاہور، ادارہ فروغ، ۱۹۶۰ء، ص ۳۴۹، ۳۵۰
۱۷۔ عبداللہ شیر کوٹی، ''رسالہ: فاران'' بعنوان ''معاشی مسائل اور اسلام''، فروری ۱۹۶۵ء ص ۱۱
۱۸۔ ندوی، رشید اختر: تہذیب وتمدن اسلامی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۵ء، ص ۲۱۲-۲۱۴
۱۹۔ ابوعبید قاسم بن سلام: کتاب الاموال، قاہرہ، دارالکتاب المصریہ ۱۳۵۳ھ، ص ۴۵-۴۶
۲۰۔ رفیع اللہ شہاب: اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۷۳ء، ص ۳۳
۲۱۔ غفاری، نور محمد، ڈاکٹر: نبی کریمؐ کی معاشی زندگی، ص ۲۳۱
۲۲۔ الذھبی، شمس الدین ابی عبداللہ، امام: کتاب دول الاسلام فی التاریخ، حیدرآباد (ھند)، مطبع دائرہ المعارف انتظامیہ، ۱۳۳۷ھ، ۱/ ۸
۲۳۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر: خطبات بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۵ء، ص ۲۴۵
۲۴۔ ابن قیم الجوزیہ، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر: زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، کراچی، نفیس اکیڈیمی، ۱/ ۳۲
۲۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۵/ ۲۰۲
۲۶۔ ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، امام: السیاتہ الشرعیۃ، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامی، ۱۹۵۹ء، ص ۵۵
۲۷۔ عبدالمتعال الصعیدی، پروفیسر: عہد نبوی کی اسلامی ریاست، ص ۳۹۶-۳۹۷
۲۸۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، لیدن، مطبع بریل، ۱۳۲۱ھ، ۳/ ۱۵۱
۲۹۔ ایضاً، ۳/ ۲۱۳

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۳۰۔ شبلی نعمانی: الفاروق، لاہور، پیسہ اخبار، سجاد پبلشرز، ۱۹۶۰ء، ص ۴۱
۳۱۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن ابن ابوبکر، امام: تاریخ الخلفاء، کان پور (ہند)، ندوۃ المسلمین، ۱۳۳۱ھ، ۴/ ۷۹
۳۲۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، علامہ: تاریخ ابن خلدون، آلہ آباد، دواخانہ پریش، ۱۳۴۸ھ، ۴/ ۱۴۷۔۱۴۸
۳۳۔ شبلی نعمانی، مولانا: الفاروق، ص ۴۹
۳۴۔ ندوی، شاہ معین الدین، مولانا: تاریخ اسلام، لاہور، ناشران قرآن لمیٹیڈ، ۱۹۸۳ء، ۱/ ۱۷۳
۳۵۔ شبلی نعمانی، مولانا: الفاروق، ص ۴۳
۳۶۔ طبری، محمد ابن جریر، ابوجعفر، امام: تاریخ الطبری، بیروت، مکتبۃ خیاط، ۴/ ۲۰۵
۳۷۔ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب ابن واضع: تاریخ یعقوبی، بیروت، ادارہ احیاء التراث العربی، ۱۳۷۹ھ، ۲/ ۱۶۵
۳۸۔ طبری، محمد ابن جریر، ابوجعفر، امام: تاریخ الطبری، ۴/ ۲۸۰
۳۹۔ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب ابن واضع، تاریخ یعقوبی، ۲/ ۲۰۵
۴۰۔ ندوی، شاہ معین الدین، مولانا: تاریخ اسلام، ۱/ ۲۹۵
۴۱۔ ایضاً، ۱/ ۲۹۹
۴۲۔ ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، امام: السیاستہ شرعیہ، ص ۳۰۸
۴۳۔ ابویوسف، امام: کتاب الخراج، قاہرہ، المطبعۃ السلفیۃ، ۱۳۸۲ھ، ص ۴۱
۴۴۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، ۵/ ۳۴۲
۴۵۔ ایضاً، ۵/ ۳۴۹
۴۶۔ ایضاً، ۵/ ۳۷۸
۴۷۔ ابن جوزی، ابوفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد: سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ، قاہرہ، مطبعۃ الرحمانیہ، ۱۹۲۷ء، ص ۱۱۸-۱۱۹
۴۸۔ ابویوسف، امام: کتاب الخراج ص ۵۳-۵۴
۴۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۵/ ۲۱۳
۵۰۔ ایضاً، ۵/ ۲۱۵
۵۱۔ محمد شفیع، مفتی: اسلام کا نظام اراضی، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۷۹ء، ص ۸۵
۵۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۵/ ۲۱۶

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.